انتخاب

اسلامی قانون کی تشکیل جدید

حمید اللہ صدیقی

گذشتہ دنوں ایجوکیشنل کانفرنس کے زیر اہتمام پنجاب یونیورسی کے سینٹ ہال میں ایک تقریب سابق مرکزی وزیر قانون شیخ خورشید احمد کی زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں جناب حمید اللہ صدیقی نے یہ فکر انگز مقالہ پڑھا اس میں فاضل مصنف نے پاکستان کے مروجہ قوانین کو فرسودہ اور ایک اسلامی معاشرے کی ضروریات کی تکمیل کے لئے نا کافی قرار دیتے ہوئے اسلامی قوانین کی تشکیل جدید پر زور دیا ہے ۔ اور اس سلسلے میں اجتہاد کی ضرورت اور اہمیت بیان کی ہے ۔ ذیل میں انگریزی مقالے کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے ۔ یہ مقالہ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین لیکچرز کے سلسلے کی ایک کڑی ہے ۔

(ادارہ)

پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دینے سے اسلامی قانون کی تشکیل جدید کا تقاضا پیدا ہو گیا ہے ۔ ایک عالمی نظریہ کی حیثیت سے اسلام کو دنیا کے حالات میں جو تبدیلیاں کرنی ہیں ۔ وہ قانون ہی کے ذریعہ سے ممکن ہیں ۔ معاشرے میں اسلامی قانون کے نفاذ کی جد و جہد کا منتہائے مقصود ایسے حالات پیدا کرنا ہونا چاہیئے ۔ جن کے اندر اسلامی فکر جذب ہو سکے ۔

ایسے معاشرے کی تخلیق میں ، جس کی زندگی کا ہر پہلو اسلامی اقدار کا حامل ہو ۔ قانون ھی مؤثر طاقت ثابت ہو سکتا ہے ۔

قانون کے سلسلے میں تشکیل جدید کا مفہوم صرف قانونی بنیادوں پر نظر ثانی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس سے بنیادی عناصر کی ترتیب نو بھی مراد لی جاتی ہے ۔ اسلام کے بنیادی اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے تشکیل جدید کا جتنا کام کیا جائے گا وہ اسلامی قانون کی تاریخ کا ایک نیا باب قرار پائے گا۔ ان خطوط سے ہٹ کر کیا ہوا کام اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے مگر تشکیل جدید نہیں کہلا سکتا۔ بالفاظ دیگر مثبت قوانین کے سلسلے میں اسلامی قانون کی روح کو سمجھنے کی ہر کوشش اسلامی روایات کی مرکزیت سے نہ ہٹنے پائے ۔ اس کے مرکزی نقاط سے سرمو انحراف ، حقیقت سے دور لے جانے والا اور سعی لاحاصل ہوگا ۔ اس سلسلہ میں تحقیقات کرنے والوں کے لئے حسب ذیل اشارات نشان راہ ثابت ہوں گے ۔

تقابلی مطالعہ کی ضرورت

عہد جاھلیت میں عربوں کی رسوم ۔ رومن لا اور اسرائیلی قانون سے موازنہ کر کے یہ معلوم کیا جائے کہ اسلام ان سے کہاں کہاں اور کس حد تک مشابہت یا تضاد رکھتا ہے ۔ یہی مشابہتیں اور اختلافات اسلام کی خصوصیات کے محرکات پر مزید روشنی ڈالتے ہیں ۔ اس پہلو سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عربوں کی بعض روایات کو برقرار رکھا اور جنہیں رد کر دیا وہ یا تو اسلام کے اصول خیر و شر کے منافی تھیں یا اسلامی طرز معاشرت سے میل نہیں کھاتی تھیں ۔ رومن لاء سے جو مسلمانوں کی فتوحات کے وقت ان علاقوں میں رائج تھا ۔ اسلامی قانون کے اختلاف کے بارے میں دو نظریات ھیں ۔ مستشرقین کا خیال ہے کہ اسلامی قانون ، رومن لاء میں تغیر و تبدل کر کے اخذ کیا گیا تھا ۔ 'لی' اپنی کتاب Historical Jurisprudence میں لکھتا ہے محمڈن لا اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ رومن لاء کو عرب ریاستوں میں وھاں کے مخصوص سیاسی حالات کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لیا گیا ۔ اس کے برعکس فیض الخوری ، عارف نکدی اور شیخ محمد سلیمان جیسے

فضلا اس سے صاف انکار کرتے ہیں کہ رومن لاء کو اسلامی قانون کی تردیج و ترقی میں ذرہ برابر دخل ہے ۔ تاہم علماء کا تیسرا گروہ بیچ کی راہ کا قائل ہے ان میں محمد حفیظ صابری، احمد امین اور ڈاکٹر شہاطہ قابل ذکر ہیں ۔

اختلاف اور مشابہت

دونوں قانونی نظاموں کا تقابلی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ان دونوں کے درمیان نمایاں اختلافات کے باوجود قدرے مشابہت پائی جاتی ہے ۔ ہمیں اس تحقیقات سے یہ بات دریافت کرنی چاہیئے کہ کیا واقعی اسلامی قانون روما کے قانونی اداروں کا مرہون منت ہے ؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اگلا تحقیق طلب مسئلہ یہ ہے کہ اسلام نے کس حد تک رومن لاء سے استفادہ کیا ہے۔ میری رائے میں چند ایک ضابطوں کی مشابہت سے قطع نظر جنہیں انسان عموماً ایک ہی طرح کام میں لاتے ہیں ۔ اسلامی قانون رومی تہذیب اور اس کے قانونی نظریات سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوا ۔ بہ نظر غائر دونوں نظاموں کا تفصیلی مطالعہ کرنے پر ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ حقوق ازدواج، قانون تبنیت ۔ قرضوں کی ادائیگی، وراثت ۔ حق جانشینی اور قانون شفع کی تدوین میں اسلام رومی تمدن کا منت کش نہیں ہوا ۔ اس تجزیہ کی آخری کڑی یہ ہے کہ اسلامی قانون قرآن و سنت اور انہی کے تضمنات سے ماخوذ ہے ۔

قرون اولی کے مسلمان مفکرین رومن لاء کی کتابوں سے آگاہ ہی نہیں تھے ۔ اگر انہوں نے ان کتابوں سے استفادہ کیا ہوتا تو اپنی کتابوں میں ضرور اس کا ذکر کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ فقہ کی کتابیں رومن لاء کی طرف ہلکا سا اشارہ کرنے سے قاصر ہیں ۔ بلکہ ہمارے فقہا تو کتاب و سنت کے سوا قانون کے دوسرے ماخذوں سے کد رکھتے تھے ۔ کریمر کے کہنے کے مطابق روما کے قانونی نظریات ۔ اسلامی نظام کے اندر یہودیوں اور دوسری مفتوح قوموں کے رسم و رواج کی صورت میں سرائت کر گئے تھے ۔ لیکن اتنی حقیر سی مشابہت کریمر کے نظریہ کو بر حق ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ۔

مسلمان فقہا کا انداز فکر

ہمارے فقہا کے طرز فکر کی بنیاد یہ تھی کہ اسلام وحدانیت پر مبنی سلسلوں کی ہی آخری کڑی ہے ۔ اس لئے سابق قوانین کے ان جزئیات کو تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں جو اسلام کے مزاج اور اجماع کے نقطہ نظر سے متعارض نہیں ۔ تاہم اسلامی اور رومی قوانین کے اہم ترین مباحث میں اختلاف کی وسیع خلیج حائل ہے ۔ تھوڑی بہت جو مشابہت پائی جاتی ہے وہ بھی جزوی ہے اصولی نہیں۔ مثال کے طور پر اسرائیلی قانون میں سگی بھانجی سے شادی جائز ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ اسلام کتنی شدت سے اس کا مخالف ہے ۔

بالواسطہ طور پر رومن لاء سے اسلام کی اثر پذیری کا جو دعویٰ کیا جاتا ہے اس کا جواب یہی کافی ہے کہ ہمارے ائمہ فقیہانہ معدلت ، مصلحت عامہ اور اجماع امت کو ذیلی ماخذ کے طور پر استعمال کرتے تھے ۔ انہوں نے عراق شام فارس اور مصر میں مقامی حالات کے پیش نظر ایسی رسوم کو برقرار رکھا جو شریعت سے متصادم نہیں تھیں ۔ یہ طرز عمل اسلامی قانون کے دائرے کی وسعت کا سبب بنا ۔ انہوں نے کئی مروج رسوم کو رد بھی کیا ۔ اس کی ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں ۔ مفتوح علاقوں شام ، مصر ، عراق ، فارس اور ترکستان کی اچھی رسوم کو برقرار رکھنا طبعی امر تھا ۔ اس کی مثال ترکستان کی ایک رسم بیع الوفا ہے ۔ جسے فقہ حنفی میں تسلیم کیا گیا ہے ۔

زمانے سے کٹ کر زندگی گذارنا نا ممکن ہے ۔ سماجی - اقتصادی اور ثقافتی اختلاط کے نتیجہ میں ایک دوسرے کا اثر قبول کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کی فتوحات اس اصول سے بالاتر نہیں تھیں۔ اسلام نے مفتوح تہذیبوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی روشن ترین مثال پیش کی اور اس کے عوض ان تہذیبوں پر گہرا پرتو ڈالا ۔ دوسری تہذیبوں پر جو نقوش اسلام نے ثبت کئے وہ تاریخ کا محفوظ سرمایہ ہیں ۔

قرآن و سنت

اسلامی قانون کے دو بڑے ماخذ قرآن و سنت ہیں ۔ قرآن مجید میں قانون

سے متعلق آیات کی تعداد دو سو سے زائد نہیں - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرآن کی تشریح میں ایک محکم سند ہے - اور مساوی اہمیت کی حامل ہے - سنت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقوال و افعال آهیں - ان دونوں ماخذوں کو نص کہا جاتا ہے - مسلمانوں کو پیش نے والے کئی واقعات ایسے تھے کہ قرآن و سنت میں بیان کردہ قوانین ان کا احاطہ نہیں کر سکتے تھے - یہ مسائل فتوحات کے دروازے کھلنے اور لئے نئے لوگوں سے واسطہ پڑنے سے پیدا ہوئے - ہدایت کے لئے نئے ماخذوں کی جستجو کی گئی وہ قیاس کو قانون کے تیسرے ماخذ کی حیثیت سے اختیار کرنے میں حق بجانب تھے - اس کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ پیش آمدہ واقعہ کی نظیر سابقہ واقعات میں تلاش کی جائے - علماء نے قیاسی استخراج کے اصول متعین کر کے اس سے بہت کام لیا- اس اصول کو منضبط کرنے کے لئے یونانی منطق کا بڑا مفید استعمال کیا گیا - قیاس کو وہ درجہ حاصل نہیں جو قرآن کی تشریح کے ہے ، کیونکہ اول الذکر ایک مستقل ماخذ ہے جب کہ تشریح قرآن کے متن کی تعبیر ہے -

اجمـــاع

اجماع بھی قانون کا ایک مفید ماخذ ہے - یہ تاریخ کے کسی خاص دور میں ایک مسئلہ پر فقہا کی اکثریت کے اتفاق کا نام ہے - جس مسئلہ پر پہلے تین ماخذ روشنی نہ ڈالتے ہوں تو اہل الرائے غوروفکر کر کےاسکے بارے میں جو فیصلہ کر لیتے ہیں اسے قانون کی حیثیت مل جاتی ہے - اس کی تکریم اتنی ہی کی جاتی ہے جتنی نص سے اخذ کردہ قانون کو حاصل ہوتی ہے -

اجماع سرمایہ قانون کا قابل قدر حصہ ہے- قرآن و سنت کی حدود کے اندر رہ کر یہ قانونی اقدار کے تحفظ کا اصول بھی ہے- جس جمہوریت کی تخلیق اجماع (بحیثیت بنیادی ماخذ قانون) کرتا ہے اس میں ملک کے اہم معاملات صاحب الرائے لوگوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں - جمہوریت کی باقی اقسام میں جو ہمارے گرد و پیش میں پائی جاتی ہیں صرف اعداد و شمار پر اکتفا کیا جاتا ہے -

جس طرح ہر تمدن کی بقا کی ضمانت اس کے عناصر کا ارتباط ہوتا ہے اس طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں نئے حالات سے ہم آہنگی کے لئے لچک بھی موجود ہو - جو تہذیب بے لچک اصولوں پر استوار ہو وہ بہت جلد منجمد ہو جاتی ہے - اور افراد قوم میں جذبہ پیدا کرنے سے قاصر رہتی ہے - دوسری طرف یہ بھی ہے کہ جو نظر یہ گہری اور مستقل بنیادوں سے محروم ہو - اس کی حیثیت صرف واہمے جتنی رہ جاتی ہے اور مستقبل کے بے رحم ہاتھ اسے حروف غلط کی طرح مٹا دیتے ہیں -

اسلامی قانون پر بلاشبہ ایک مدت تک جمود طاری رہا - اس میں اتنی بالیدگی پیدا نہیں ہونے دی گئی کہ مسلمان اس کو اپنے اہم اسلامی نصب العین کی تکمیل کی بنیاد بنا سکتے - میری نگاہ میں اسلامی قانون کے ماخذوں میں کوئی نقص نہیں- اس میں اب بھی گوناگوں اور بے شمار سماجی ترقیوں کے مسائل کامیابی سے حل کرنے کی صلاحیت موجود ہے - اور پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات سلجھانے کے لئے قوانین وضع کئے جا سکتے ہیں- ہمارے ہاں قانون کی ترقی میں رکاوٹ کی وجہ یہ تھی کہ دنیا دار حکمرانوں نے اسلام کے اہم ترین جمہوری اصول اجماع کو نظر انداز کر دیا کیوں کہ یہ ان کے ذاتی اختیارات کو محدود کرنے کا باعث بنتا تھا - اجماع کا ادارہ اس وقت کے سیاسی مزاج سے بہت آگے تھا -

زوال کی سب سے بڑی وجہ تقلید تھی- اس اصول کو بڑی رغبت سے اختیار کیا گیا اور کسی حد تک اس پر عمل کرنے کا جواز بھی ملتا ہے - سقوط بغداد کے وقت مسلمانوں کی مملکت کا وجود ہی خطرے میں پڑ گیا تھا - قوم کی موت و زیست کے دور میں نئے افکار کی ترویج کی کوشش مزید انتشار کا سبب بن سکتی تھی - لیکن اس دور کے گزر جانے کے بعد تقلید سے چمٹے رہنے کا کوئی جواز موجود نہ تھا - اس دور میں یہ خیال پیدا ہو گیا اور اب تک چلا آ رہا ہے کہ ائمہ عظام اور ان کے شاگردوں نے فقہ کو مکمل کر دیا ہے اور اب وہ حرف آخر ہے آئندہ نسلیں اس میں ترمیم کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتیں -

اقبال مرحوم نے اجتہاد کو اسلامی تہذیب کے محرک اصول سے موسوم کیا ھے - اگر آسمانی کتب اور اجماع معاشرے کے استحکام کی ضمانت دیتے ھیں تو اجتہاد کا اصول (یعنی ان معاملات میں نئے سرے سے قانون سازی جن کی وضاحت قرآن مجید میں نہیں کی گئی ھے) مسلمانوں کو اپنے تیئں بدلے ھوئے حالات کے سانچے میں ڈھلنے کے قابل بنا دیتا ھے -

عمل اجتہاد

اس لئے ضرورت اس امر کی ھے کہ اجتہاد کے دروازے جو صدیوں سے بند چلے آتے ھیں - دوبارہ کھولے جائیں - لیکن یہ اسی صورت میں ھو سکتا ھے - جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آنے والی نسلیں بدلے ھوئے معاشرتی حالات میں قانونی معاملات سے متعلق سابق اجماعی فیصلوں کو بدلنے کا حق رکھتی ھیں - اسلامی نظم سیاست میں قانون سازی کا یہ اصول - اجتہاد کے صحیح ترین معنوں میں ایک ناگزیر ضرورت ھے -

عمل اجتہاد کے راہ نما اصول - معدلت ، مصلحت عامہ - رسم و رواج اور استدلال ھیں - یہ وسیع ترین اور گراں قدر وراثتی سرمایہ ھیں اور ھمیں ایسے قوی ھتھیار فراھم کرتے ھیں جن کی مدد سے ھم قانون کی تخلیق کے میدان میں جد و جہد کر سکتے ھیں - قوموں کو آفتوں کا شکار ھو کر موت نہیں آتی - بلکہ ان کی زندگی کے آخری لمحے وہ ھوتے ھیں- جب وہ اپنی فکری قوت کے تسلسل کو بر قرار رکھنے کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرنا شروع کرتی ھیں -

میرے خیال میں یہ تعمیری کام مندرجہ ذیل خطوط پر ھونا چاھئیے ۔

بنیادی تصور عدل

(۱) اسلام کے بنیادی تصور عدل کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ مسلمانوں کے موجودہ حالات کے مطابق اس کے مفہوم میں مزید کتنی گنجائش ھے چوں کہ اس کام میں اسلام کے عالمگیر قانون کی تشکیل جیسے اھم مسائل شامل ھیں اس لئے یہ مشن انجام دینے

کے لئے ایسے لوگ تلاش کئے جائیں - جو ایک طرف اسلام کی حقانیت پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہوں - اور دوسری طرف ان ذمہ داریوں سے کماحقہ، عہدہ برآ ہونے کی صلاحیتوں سے بھی مالا مال ہوں -

(۲) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس کام میں سب سے زیادہ ضرورت اصول استخراج کی پڑتی ہے- جس کا مطلب یہ ہےکہ آغاز اسلام کے وقت مفتوحہ علاقوں کے نظام ہائے قانون سے جو تعلق قائم کیا گیا تھا اسے ممیز کیا جائے -

(۳) جدید محققین کا فرض ہے - کہ وہ اسلام کے تصور انصاف کو تقویت بخشنے کی خاطر ہم عصر قانونی نظاموں سے اختلاف اور مشابہتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا موازنہ کریں - مثال کے طور پر امریکہ کا سماجی اصول قانون - (Sociological Jurisprudence) انگریزی بولنے والی اقوام کا تجزیاتی اصول قانون - مغربی یورپ کے قانون کی تہ میں کار فرما ما بعد الطبیعاتی اصول قانون اور کمیونسٹ اصول قانون -

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس طرح کے تقابلی مطالعہ سے ایک غیر جانبدار محقق اسلامی قانون کی جبلی تنومندی - اس کی لچک اور ہمہ گیری کا اچھی طرح اندازہ کو سکے گا -

اسلامی قانون کے عظیم سرمائے کو ہمارے بلند پایہ فقہا نے نہایت بیش قیمت اور متنوع بنا دیا ہے - اسے مزید ترقی دینے کے لئے بہت زیادہ ذہنی صلاحیتوں اور طباعی کے حامل افراد کی ضرورت ہے - جہاں تک توصیفی قانون (Adjectival Law) کا تعلق ہے اس کے لئے حالات کوئی زیادہ حوصلہ افزا نہیں - عدالتوں کے دستور اور طریق کار کو ممکن ہے کہ ماضی کے معاشرتی پس منظر کے لحاظ سے تسلی بخش قرار دیا جا سکے - مگر جدید تقاضوں کی مناسبت سے اس کی مکمل اصلاح کی ضرورت ہے - قانون شہادت خاص طور پر فوری توجہ کا محتاج ہے -

تصور قصاص کی بنیاد

(٥) اسلامی ضابطۂ قانون کی جو شقیں فوجداری اور دیوانی سے متعلق ھیں - انھیں تصور قصاص کی بنیاد پر خوبی سے مرتب کیا جاسکتا ھے - اس سے وہ تمام بے انصافیاں دور ھو سکتی ھیں جو پاکستان میں رائج اینگلو مسلم قانون میں موجود ھیں - قصاص کو قانونی طور پر اپنانے کا زیادہ اثر ...... کے قانون پر پڑے گا - یہ دیوانی قانون کی زد میں آنے والے ان افراد کو اس انداز میں سماجی اور قانونی تحفظ دے گا - جس کا تصور مغربی یورپی قوانین میں اب تک ناپید ھے -

٦ - آخر میں ''قیاس'' سے قانون کے استخراج کے بارے میں چند کلمات عرض کرتا ھوں - اسلامی قانون کے ماخذ کی حیثیت سے قیاس - ثمر آور اصول کا درجہ رکھتا ھے - چوں کہ مثبت ضابطوں کا استنباط منطقی اصولوں کا پابند ھے اس لئے ھمیں اس کے اطلاق دائرہ عمل کو جدید ترین منطقی معیار پر پرکھنا چاھیئے - ارسطاطالیسی منطق جامد تھی - اسی وجہ سے اس کے بہت سے بنیادی تصورات کو فرسودہ قرار دے دیا گیا ھے - اور ان کی جگہ حرکی نظریات نے لے لی ھے- جسے ھم نامیاتی منطق کہتے ھیں -

میری رائے میں قصاص پر جو کہ اسلامی قانون کا ذیلی اصول ھے - کاوش کر کے اسے نئی منطق کی روشنی میں زیادہ بہتر بنایا جا سکتا ھے - میرا تجربہ ھے کہ اگر اس طریق کار کو بہ تمام و کمال اختیار کیا جائے تو اس سے آئینی افکار کے دروازے کھل سکتے ھیں -

اصول انصاف

اسلامی قانون کا ایک پہلو اصول انصاف ھے - جس پر امام ابو حنیفہ رح نے فقہی معدلت اور امام مالک نے مصلحت عامہ کی حیثیت سے بحث کی ھے - یہ بڑا قابل قدر تصور ھے - اس کے مضمرات اور اوصاف کا جائزہ اگر ھم اپنے ذاتی تجربات (انگریزی قانون کی روشنی میں) کے لحاظ سے لیں تو مجھے یقین ھے کہ

همیں مطلوبه نتائج حاصل کرنے میں کبھی ناکامی نہیں هوگی اسلامی قانون میں لچک پیدا کرنے کا ایک اهم طریقه یه هے که هم قرآنی آیات کی ترتیب کا به تحقیق جائزه لیں ۔

حقوق اور ذمه داریوں کے تعین میں اس دور میں نیک نیتی اور راستی کے جو تصورات استعمال کئے جاتے هیں ۔ موازنه کرنے پر اسلام کا یه پہلو بھی نصب العین اور اطلاق کے لحاظ سے بلند ترین معیار کا حامل هے میری ناقص رائے میں اس میں وه قوت و صلاحیت موجود هے که نئے نئے قوانین کو جنم دے سکے ۔

قانونی ڈھانچه میں شگاف

اپنی تقریر کو ختم کرنے سے پہلے میں یه بتا دینا چاهتا هوں که پاکستان کے موجوه قانونی ڈھانچے میں شگاف پڑ گئے هیں ۔ اس قانون کے جسم کا ایک بڑا حصه مفلوج اور متروک هو چکا هے ۔ اس کے سینے پر بھاری پتھر پڑے هیں ۔ اس کو عملی جامه پہنانے کی کوششیں بے کار ثابت هو رهی هیں ۔ یه قانون اپنے سفر کی آخری منزل پر هے اور اس کا وزن برائے بیت ره گیا هے ۔ اس کی نئی نئی تعبیریں موجوده حالات میں محض تکلفاً کی جاتی هیں ۔ مقصدیت کے پہلو سے عاری مگر ظاهر داری برقرار رکھنے کی خواهش اس قانون کو استبداد کا آلهٔ کار بنا کر رکھ دے گا ۔

قانون سے وابسته تمام تصورات بتدریج اس کا ساتھ چھوڑ رهے هیں ۔ انگریزی فلسفے کے زیر اثر اس میں جتنا کچھ بھی ربط اور وحدت پائی جاتی تھی وه آهسته آهسته مگر یقیناً رخصت هو رهی هے ۔ اور یه بالآخر داستان پارینه بن جائے گا ۔

اس کے ساتھ هی هماری معاشرتی عمارت بھی خطرے سے دو چار هے ۔ قانون هی کی قوت معاشرتی نصب العین کو منظم کرتی هے ۔ اسی کی قوت عوام اور ملک کو هم کنار کرتی هے جب قانون هی موت و زیست کی کش مکش میں مبتلا هو تو انتشار اس کا منطقی نتیجه هوتا هے ۔ کیوں فطرت خلاء کو پسند نہیں کرتی ۔

قوم کو میں دعوت فکر دیتا ہوں - میری سوچ کا یہ نتیجہ واقعی بڑا ناخوشگوار ہے - مگر مایوس کن نہیں - کیوں کہ اسلامی قانون جلد یا بدیر اینگلو پاکستانی قانون کی لرزاں عمارات کی جگہ لے سکتا ہے - علماء اور مفکرین کو اس مقصد کے حصول کے ہمہ گیر کوشش شروع کر دینی چاہیئے -

[انتخاب از ہفت روزہ ''لولاک'' لائل پور
۴ جون ۱۹۶۵ء]

ISLAMIC METHODOLOGY IN HISTORY

اسلامی منہاج کی تاریخ

از

ڈاکٹر فضل الرحمن

ایم - اے - ڈی فل (آکسفورڈ)

قرآن ، سنت ، اجتہاد اور اجماع صرف فقہ کے اصول اربعہ نہیں ، بلکہ تمام فکر اسلامی کی اساس بھی یہی چار اصول ہیں - تاریخ اسلام بالخصوص اس کے قرون اولی میں ان اصولوں کا کیسے اطلاق کیا گیا - اور مختلف حالات اور زمانوں میں ان کے تحت افکار اسلامی کیسے ارتقا پذیر ہوتے رہے - یہ ہے اس کتاب کا موضوع -

قرن اول میں سنت ، اجتہاد اور اجماع سے کیا مراد لیا جاتا تھا؟ نیز سنت کیا ہے اور حدیث کیا ؟ کتاب میں اس بنیادی مسئلے پر عالمانہ اور محققانہ نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے - فکر اسلامی کے ابتدائی تشکیلی دور کے بعد کے تغیرات پر بھی محاکمہ کیا گیا ہے - اس سلسلے میں اجماع پر بڑی تفصیل سے بحث ہے ، کتاب میں صرف اسلامی فکر اور اسلامی فقہ کی تشکیل اور اس کے ارتقا کا ہی تاریخی تنقیدی جائزہ نہیں لیا گیا، بلکہ عہدحاضر میں ان اصول اربعہ کی روشنی میں اپنے جملہ مسائل کو مسلمان کس طرح حل کر سکتے ہیں ، اس کی بھی نشان دہی کی گئی ہے -

یہ کتاب اسلامی افکار کے مطالعہ کا ایک نیا باب واکرتی ہے - اس میں فکر اسلامی کے ارتقا کو ایک ایسے نقطہ نظر سے دیکھا گیا ہے جو تاریخی شعور کا حامل اور تعمیری امکانات کی راہ سجھانے والا ہے -

اسلام کے اس خاص موضوع پر یہ اپنی قسم کی واحد کتاب ہے -

قیمت : آٹھ روپے

شعبہ اشاعت ، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی
حیدر علي روڈ - پوسٹ بکس ۲۱۰۷ ، کراچي - ۵